بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انٹرنیشنل

اپریل ۲۰۲۵ء

۳ شوال تا ۲ ذوالقعدہ ۱۴۴۶ھ

ISSN2754267

ALLAH IS WITH US

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان۔

ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا (فرمانِ مسیح موعود بحوالہ کتاب نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

حضرت مرزا غلام احمدؑ مُدعی نبُوت نہیں مجدّد صد چہاردہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی۔

مدیر

چیف ایڈیٹر فضل حق،

اسٹنٹ ایڈیٹر لَورڈ شاہد عزیز

فہرست مضامین

۱.	کلامِ امام	(ایام الصلح قسط ۳۱)	۲
۲.	رپورٹ برلن مشن	از: ابو عباد	۵
۳.	جمیّت ختم نبوت	از: قاری غلام رسول	۹
۴.	میں سلسلہ احمدیہ میں کیوں شامل ہوا	از: میاں غلام رسول	۱۰
۵.	مُستقبل	از لَورڈ شاہد عزیز	۱۶

عید الفطر کا پیغام ۲۰۲۵

از: حضرت امیر ڈاکٹر عبد الکریم سعید ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اللہ تعالیٰ تمام جماعتوں کو عید الفطر کی بابرکت خوشیاں عطا فرمائے۔ عید الفطر تمام مسلمانوں کی زندگیوں میں ایک سنگِ میل کی حثیت رکھتی ہے کیونکہ یہ ماہ رمضان میں کی گئ عبادات جس میں انسان استقامت اور صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے، بھوک اور پیاس کو برداشت کرتا ہے، راتوں کو عبادت کرتا ہے اور گناہوں سے بچنے کی سعی کرتے ہوئے اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ ”النور“ کے اس شمارہ کی وساطت سے توجہ دلاتا ہوں کہ ہم اپنے نفسوں کے خلاف قرآن کی تعلیم پر ویسے ہی عمل پیراہ ہوں جیسے رمضان میں رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ کامیابی عطا فرمائے اور تمام آنے والے وقتوں میں ہماری حفاظت فرمائے۔۔ آمین

سب کو عید مبارک

نشریات

برطانوی ٹائم

Radio Virtual Mosque on:

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

YouTube:

https://www.youtube.com/c/WorldwideAhmadiyyaAnjumansLahore

https://www.podbean.com/user-Lx6kp2cJrcwN

پروگرام و اوقات

پیر سے جمعرات نشریات

۱۹۰۰-۱۹۳۰ تدبر القرآن اردو

۱۹۴۰-۲۰۱۰ Reflections on the Holy Quran انگریزی

جمعہ - انگریزی ۱۳:۰۰

ہفتہ - اردو ۱۳:۰۰ WhatsApp GroupPure Discussions

عیدین - انگریزی ۱۱:۰۰

عالمگیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

www.virtualmosque.co.uk

ای میل: editor.thelight@LACommunity.uk

کلامِ امام

از حضرت مرزا غلام احمد

(قسط۔۳۱)

مُرتب ارشد علوی مرحوم

(نوٹ: ایام الصلح کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے پہلے صفحہ پر حضرت مسیح موعودؑ کے دستخط موجودہیں۔ یہ کتاب ہمارے پاس مرکز میں اصل حالت میں موجود ہے۔)

چند نئے وساوس کا ازالہ

شاہزادہ والا گوہر اکسٹرا اسسٹنٹ نے جو شاہزادہ عبد المجیدؔ صاحب پر جھوٹا الزام لگایا ہے مندرجہ ذیل خط میں جو ہمارے نام ہے صاحب موخر الذکر اس الزام کا ردّ لکھتے ہیں۔ یہ دونوں صاحب باہمی قریبی رشتہ داری کا تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن ایک کو خدا تعالیٰ نے ہدایت اور حق کی طرف کھینچا اور دوسرے کو باطل پسند آیا وذالک فضل اللہ ھدی من یشاء ویضل من یشاء۔ وہ خط یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔حامداً و مصلیاً

اے شہہ والا ہمہ سائیہ فضل خدا
جان و دل انبیاء تاجِ سر اولیا
جلوئہ حسنِ ازل پر تو مہرِ رخت
مصحفِ رخسار تو آیتِ نورِ خدا
قامت رعنا ئے تو نخل گلستان قدس
چہرئہ زیبائے تو چوں خورِ تابان صفا
ہر اے را دو ایکنظر لطفِ تو
نسخۂ دیدارِ تو ہر مرضے راشفا
آں دمِ جان پرورت از سرِ اعجاز خویش
مردئہ صد سالہ رازندہ کند برملا
تہنیت آمیز گفت ہاتفِ غیبم چنیں
کعبہ کو ئے ترا قبلئہ حاجت روا
نگہت باغِ ارم بیحنتِ غبار رہت

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت ﷺ خاتم النبیّین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ :۔ ”اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا“، ”میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔“

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسُوخ نہیں، نہ قیامت تک منسُوخ ہو گا۔

۴. بمُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہر گز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: اور ”اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔“

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہئے۔
اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

بوئے جنان میدہد خاکِ درت جابجا
مہبطِ روح الامین مطلعِ نورِ مبین
مسکنِ پاکِ ترا ساختہ ربّ الورا
طورِ جلالِ خدا عرشِ بریں دلت
نورِ جمالِ خدا صورتت اے رہنما
امتِ احمدؐ کو بودبستۂ جوروجفا
احمدؐ آخر زمان کرد زبندش رہا
قاتلِ اعداء دیں ناصرِ دین متیں
عالم عالم پناہ ہادئ رشد و تقا
دید خدا بالیقین ہر کہ ترا دیدہ است
دیدِ خدا دیدِ تست نیست غلطِ ایں صدا
غاشیۂ بند گیت ہر کہ فگندش بدوش
دولتِ جاوید یافت عزت و مجدو علا
جان و دلے کزرہت داشت فدایش دریغ
از سرفتویٰ عشق بیخبر است از وفا
وہ چہ خوش آں حالتے وہ چہ خوش آں ساعتے
کزرہِ شوق و طرب جان بکنیمت فدا
مہرِ تو در ناطرم مضمحل و سُست نیست
ناکندش منعدم بندئہ قتل و دغا
فضلِ عمیم خدا حافظِ ما عاجزان
مردِ مزوّ اگر نالہ کند یا بُکا
ماہزار التجا ما بہزار التماس
حلقہ بگوشیت رامے طلبیم از خدا
مستِ مئے عشقِ تو بیخبر از غیر حق
محو شد از خوشنیتن ہر کہ بدید آں لقا
آتشِ عشقِ ترا خود بدل و جاں زدیم
تاکہ بسوزیم پاک آں چہ بودماسوا

امابعد بخدمت اقدس حضرت امام الوقت گذارش آں کہ اس ناکارئہ دور افتادہ کو معلوم ہوا کہ آج کل شہزادہ والا گوہر صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ جہلم نے اخبار سراج الاخبار میں میری نسبت لکھا ہے کہ فلاں نے اپنے اعتقاد سے توبہ کی ہے اور توبہ اس واسطے نصیب ہوئی کہ شہزادہ صاحب نے میرے عقیدہ کی خرابی مجھ پر ثابت کر دی۔ سبحانک ان ہذا الاّبہتان عظیم۔ بزرگوارا۔ دو ماہ تک شہزادہ صاحب سے مسیح علیہ السلام کی حیات و ممات اور حضور علیہ السلام کے دعاوی پر زبانی بحث ہوتی رہی۔ چنانچہ مولوی عبد العزیزؒ، مولوی مشتاق احمد، قاضی فضل احمد منشی سعد اللہ مدرس وغیرہ نے جو مدت سے کینۂ نہفتہ کی زہر اُگلنے کی تاک رکھتے تھے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر شہزادہ صاحب سے خوب گت ملائی اور صفہائے ماضیہ کی تقلید ہوبہو ادا کی۔ میں نے نہ کبھی جیانت اور بزدلی دکھائی اور نہ میں کبھی ان سے دبا جس سے ان کو میری توبہ کا یقین یا احتمال پیدا ہوا ہو۔ البتہ واعرض عن الجاہلین ۔ و اذا خاطبھم الجاہلون پر عملدرآمد میرا ہوتا رہا۔ اس کو اگر انہوں نے توبہ سمجھ لیا تو یہ ان کی فہم رسا کی خوبی ہے۔ لاحول والا اس قدر جھوٹ۔

بزرگوارا۔ اگرچہ نابکار شرف زیارت سے محروم ہے مگر آنحضرت کی محبت اور عظمت اور ادب اور اطاعت اور کثرت یاد میری روح اور جان کا جزو ہو گیا ہے۔ میں اپنی جان سے کس طرح علیحدہ ہو سکتا ہوں۔ میرے پیارے میرے دل کا حال اس سے دریافت فرما جو سب بھیدوں سے واقف ہے وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾ ۔(سورۃ الفاطر ۳۵-۱۴) میرے مولا تو نے تو خدا اور رسول کا پتہ دیا۔ تو نے جنت کا راستہ بتلایا۔ تو نے قرآن سکھلایا۔ ہم غفلت میں پڑے سوتے تھے۔ تو نے ہی آن جگایا۔ ہم اسمی اور رسمی مسلمان تھے تو نے ہی ہم کو حقیقی اسلام سے آگاہی بخشی۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ دعا کیا چیز ہے اور تقویٰ کس شے کا نام ہے تو نے ہی تو ان کا نشان ہم پر ظاہر فرمایا۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ گورنمنٹ عالیہ کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں تو نے ہی تو وفاداری اور فرمانبرداری کا طریقہ سمجھایا۔ غرض کہاں تک تیرے احسانات کو لکھوں وہ تو بے شمار ہیں تو ہمارا آقا تو ہمارا مولا ہم تیرے خادم ہم تیرے غلام۔ بھلا تجھ کو چھوڑ کر خدا کی لعنت کماویں۔ میرے ہادی اگر میں ایسا ضعیف الاعتقاد ہوتا تو مخالفوں کی نظروں میں خار کی طرح کیوں چبھتا۔ مخالف سے جب کبھی کسی گذر پر دوچار ہونے کا موقع پیش آتا ہے تو وہ مجھ کو دیکھتے ہی غیظ وغضب سے بھر جاتا ہے۔ میں نے مسجدوں میں نماز پڑھنی ترک کر دی بدیں لحاظ کہ میاں عبد اللہ صاحب سنوری سے مجھ کو روائیت پہنچی ہے کہ جو لوگ خاموش بیٹھے ہیں گو مخالفت نہیں کرتے۔ ان کے پیچھے بھی نماز درست نہیں۔ بزرگوارا۔ قاضی صاحب، قاضی خواجہ علی صاحب،

اور صاحبزادہ افتخار احمد صاحب، اور منشی ابراہیم احمد صاحب اور میاں الہ دین صاحب وغیرہ وغیرہ احباب لودیانوی سے اپنے غلام کا حال استفسار فرماویں۔ میرے آقا مجھ کو کسی نازک موقع اور سخت ابتلاء کے وقت بھی لغزش نہیں ہوئی چہ جائیکہ اب اور ان ایام میں جب کہ آپکے متواتر کثیر التعداد عظیم القدر و جلیل الشان نشانات علمی و عملی معرض ظہور میں آچکے اور روز روشن کی طرح حق کی صداقت چمک اٹھی (ص ۱۳۴) اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ استقامت محض حضور کی نیم شبی دعائوں کا ثمرہ ہے ورنہ ہم تو وہی ہیں جو ہیں۔ مریدوں میں صداقت اور راستی چاہیے پھر انشاء اللہ آپ کی فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ﴿۷﴾ (سورۃ الانشرح ۹۴-۷) والی تعمیل کے طفیل سے ضائع نہیں ہوسکتے۔ اگرچہ ایک غریب آدمی ہوں لیکن خدا کے فضل سے دل غنی ہے۔ دنیادار دولتمند میری نظروں میں مرے ہوئے کیڑے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ یہ ہیں ہی کیا بلا یہ تو مردے ہیں جن میں جان نہیں ان کی مکروہ صورتیں نفرت کے لائق ہیں۔ ان سے دبنے والا اور انکا دست نگر انہی جیسا کوئی اندھا ہوگا۔

اے میرے ہادی میں ارسال عرائض میں اس واسطے دریغ کرتا ہوں کہ میں اپنے اس فعل کو اخف سمجھتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میں کیا اور میرے عرائض کیا یونہی بے فائدہ بندگان عالی کو کیوں تکلیف دوں عریضہ کے کھولنے میں پڑھنے پڑھانے میں چند منٹ اوقات اشرف میں سے ضائع ہوں گے۔ ناحق کی حرج ہوگی۔ صحبت اقدس اور شرف زیارت مبارک سے بباعث چند در چند موانع غیر مستفیض رہتا ہوں۔۔۔۔ مہربانا حضور کی تصنیفات پُرانوار اور تالیفات حکمت بار جو وقتاً فوقتاً شایع ہوتی رہتی ہیں۔ میرے ازدیاد ایمان و عرفان کے لئے رہبر کامل کا کام دیتی ہے۔ جو جو حالات آنجناب پر حضرت کبریا کی طرف سے منکشف ہوتے ہیں۔ اور پھر ان روحانیات کو اور اُن کشوف و خوارق ورویاء و الہامات کو آپ درج صحف مطہرہ فرماتے ہیں کم و بیش ان روحانی کوائف اور تاثیرات کی حلاوت سے میرے مذاق جان کو بھی چاشنی نصیب ہوا کرتی ہے۔ اور ایسا احساس ہوتا ہے کہ گویا میں خود ان حالات کا مورد ہوں۔ لیکن میں اس دوری و مہجوری کو ہرگز ہرگز اپنے واسطے پسند نہیں کرتا کیونکہ مقربین بساط قدسی آیات کو جو جو برکات اور خوبیاں حاصل ہیں اس کا عشر عشیر بھی اور دوستوں کو نصیب نہیں۔ اصحاب صفہ کی جوتی اور دوسروں کا سر۔ اگرچہ خدا کسی مخلص صادق کو بغیر اجر کے نہیں رکھتا مگر اصحاب الصفہ مااصحاب الصفہ۔ کیا ہی صاحب نصیب ہیں وہ لوگ جس کی نظر میں ہر صبح ومسا اس منظر اطہر پر پڑتی ہے۔ دولت صحبت کے برکات سے مالا مال ہوتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کا اطوار کا اخلاق کا عادات کا ریاضات کا مجاہدات کا محاربات کا کامل نمونہ آپ کی ذات میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ خدائے قادر ذوالجلال کی جناب سے ہمیشہ یہی دعا ہے کہ اے قدیر بینظیر اپنے برگزیدہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرف ملازمت سے فخر وعزت دے۔ قسم بخدائے لایزال کہ تیرے در کی کنّاسی تخت شاہی سے بہت بہتر ہے۔ شہزادہ صاحب نے مجھ پر سخت افتراء باندھا ہے اور حضور کو مجھ سے بدگمان کیا۔ اگرچہ بندگان عالی کو مجھ جیسے اذل کی پرواہی کیا ہے خدا نے آپ کو وہ رفعت ومنزلت بخشی ہے کہ آپ کی ذات مجمع البرکات کو مرجع قدوسیاں بنادیا مگر وَ اخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸۸﴾ (سورۃ الحجر ۱۵-۸۸) پر غور کرکے اور بالمومنین رئوف الرحیم پر نظر دوڑا کر اس گستاخی کی جرأت ہوئی کہ تھوڑی دیر کے واسطے تضیع اوقات بندگان عالی کرکے عفو تقصیرات کا ملتجی ہوجائوں اور دست بستہ عرض پرداز ہوں کہ۔

ہرچند نیم لائق بخشایش تو۔ بر من منگر بر کرم خویش نگر۔

شہزادہ صاحب کی کتاب کے مضامین مختصراً و مجملاً جہاں تک کہ مجھ کو یاد ہیں ذیل میں ہیں۔ وہ مسیح علیہ السلام کو آسمان پر نہیں سمجھتے بلکہ کہتے ہیں کہ اسی جہان میں خدا نے اس کو چھپایا ہوا ہے اور توفّی کے معنی بھرنے کے کرتے ہیں (ص ۱۳۵) یعنی خدا نے ان کو بھرپا کر لوگوں سے کنارہ کرلیا۔ مگر زندہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ دو حلیوں کا بیان جو احادیث میں ہے سو چونکہ یہ ایک رئویا اور کشف ہے پس ممکن ہے کہ ایک ہی شخص کو انسان کئی مختلف صورتوں میں دیکھے۔ ایک وقت ہم اپنے دوست کو خواب میں کسی صورت میں دیکھتے ہیں اور پھر اسی دوست کو کبھی خواب میں بصورت دیگر۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ صرف لفظ عیسیٰ یا مسیح ہی اگر احادیث میں ہوتا تو مثیل کی گنجائش تھی لیکن ابنِ مریم سے اصل ہی کا آنا ثابت ہوتا ہے[۱] وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر ایک نبی کی شہادت نبی ہی دیتا چلا آیا ہے جیسا کہ اخیر میں مسیح علیہ السلام کی شہادت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھی ایک شاہد کی ضرورت ہے جو نبی ہو۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اس واسطے مسیح نبوت کی حالت میں تو نہیں آئیں گے بلکہ امتی ہوں گے مگر نبوت ان کی شان میں مضمر ہوگی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی کا مثیل نبی ہوتا ہے۔ آدم کا مثیل مسیح۔

[۱] ہم بھی کہتے نہیں مثیل آیا۔ اصل آیا مگر بطور بروز دیکھ لو اقتباس نام کتاب جس میں لکھے ہیں یہ تمام رموز۔ روحانیت کمل گاہے بر ارباب ریاضت چناں تصرف میفرماید کہ فاعل افعال شاں میگردد واین مرتبہ راصوفیہ بروز نیگونید و بعض بر انند کہ روح عیسیٰ اور مہدی بروز کند و نزول عبارت ازیں بروز است بمطابق ایں حدیث لایھدی الا عیسیٰ ابن مریم۔۔۔ دیکھو صفحہ ۵۲ کتاب اقتباس الانوار۔ منہ

موسیٰ کا مثیل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایلیا کا مثیل یحیٰ۔ پس مسیح کا مثیل بھی نبی ہونا چاہیے نہ کہ امتی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیح موعود کی علامت میں نے ایک نرالی وضع کی نکالی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مسیح دعویٰ کریں گے تو میں اُن کے والدین کو تلاش کروں گا کیونکہ باپ تو اول سے ہی ندارد ہے اور ماں مر چکی ہے۔ پس اگر اُس کے والدین ثابت نہ ہو سکے تو پھر اُس کے مسیح ہونے میں کیا شک رہے گا۔

مسیح اسرائیلی کے دوبارہ آنے پر یہ دلیل قطعی پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ۔(سورۃ العمران ۳-۴۵) اور چونکہ مسیح نے اپنی زندگی عسرت اور ذلت میں گذاری اس واسطے وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہو سکتے کیونکہ وجاہت دنیوی انکو بالکل نصیب نہیں ہوئی۔ لیکن اس آیت کی مصداق بننے کے لئے خدا انکو پھر ظاہر کرے گا اور وجاہت دنیوی یعنی سلطنت اور حکومت وغیرہ سب لوازمات ان کو حاصل ہوں گے۔

اور حضور علیہ السلام کی ذاتیات پر یہ نکتہ چینیاں کرتے ہیں کہ باوجود مقدرت کے حج نہیں کرتے۔ ہزاروں روپیوں کے انعامات کے اشتہارات دیتے ہیں لیکن حج کو نہیں جاتے۔ براہین کا بقیہ نہیں چھاپتے۔ آتھم کی پیشگوئی غلط نکلی اس کے رجوع کو ہم یقین نہیں کرتے۔ لیکھرام کی پیشگوئی میں اس کے قتل ہونے کی تصریح نہیں صرف نصب و غذاب کا جملہ ہے جس میں قتل ہونے کا بیان نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اگر بالفرض یہ سچ ہی نکلے تو زہے نصیب لیکھرام کہ وہ ایک کم حیثیت آدمی تھا لیکن اس پیشگوئی کے سبب سے وہ برگزیدۂ قوم گنا گیا۔ شہید کے خطاب سے ممتاز ہوا۔ اس کے پس ماندگان کے واسطے ہزاروں روپیوں کا چندہ ہوا۔ یہ ہوا۔ وہ ہوا۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی پیشگوئی تو اپنے حق میں میں چاہتا ہوں۔ کسوف خسوف کی حدیث موضوع ہے۔ مسیح کی اور مماثلت تو مرزا صاحب میں کچھ بھی نہیں صرف ایک مماثلت ہے یعنی دشنام دہی۔ گورنمنٹ کی خوشامد۔ عربی تصنیفات کی بینظیری کا دعویٰ ہی غلط ہے کیونکہ قرآن کریم کے سوا یہ دعویٰ توریت و انجیل و زبور و احادیث نبوی نے بھی نہیں کیا حالانکہ وہ بھی الہامی ہیں۔ راولپنڈی والے بزرگ کے حالات سے مرزا صاحب واقف تھے اور جانتے تھے کہ یہ شخص وہمی اور بزدل ہے اس واسطے ان کے حق میں جھٹ پیشگوئی کردی وغیرہ وغیرہ من الخرافات والہذیانات۔

خاکسار عبدالمجید از لودیانہ محلہ اقبال گنج ۶ جون ۱۸۹۸ء۔)۔ (جاری ہے۔)

(فہرست مضامین)

صدر جرمنی

برلن مشن میں افطار ڈنر میں شرکت اور بین المذاہب ہم آہنگی کا پیغام

از: ابو عباد

مورخہ ۱۲ مارچ ۲۰۲۵ء کو جرمنی کی پہلی مسجد میں مسلم کمیونٹی اور بین المذاہب مہمانوں کے لیے ایک خصوصی افطار ڈنر کا اہتمام کیا گیا، جس میں جرمنی کے صدر فرینک والٹر اسٹائن مائر صاحب مہمانِ خصوصی تھے۔

جرمنی کے صدر فرینک والٹر اسٹائن مائر کی تاریخی برلن مسجد میں آمد پر تمام مسلمان نمائندہ تنظیموں کے ممبران اور جماعت احمدیہ لاہور کے رہنماؤں نے پرجوش استقبال کیا۔ اس موقع پر پاکستان سے خصوصی طور پر آئے ہوئے جماعت احمدیہ لاہور کے صدر (امیر) حضرت ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب اور جماعت کے سرگرم رکن جناب ابرار احمد صاحب اور انچارج برلن مشن جناب عامر عزیز صاحب نے دیگر احباب جماعت کے ہمراہ صدر مملکت کا گرمجوشی سے خیر مقدم کیا۔ حضرت امیر قوم اور عامر عزیز صاحب نے جرمن صدر کو مسجد کے دروازہ پر خوش آمدید کہا۔

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب نے صدر مملکت کو مسجد کی تاریخی اہمیت سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ "یہ مسجد نہ صرف عبادت گاہ بلکہ بین المذاہب ہم آہنگی کا مرکز بھی ہے"۔ جناب عامر عزیز صاحب نے مسجد کی تعمیراتی خصوصیات اور اس کے سماجی خدمات کے پروگراموں سے آگاہ کیا۔

جرمنی کے صدر نے جماعت احمدیہ کے رہنماؤں کے ساتھ کچھ دیر گفتگو کی اور مسجد کی خوبصورتی اور اس کے تاریخی ورثے کی تعریف کی۔

اس موقع پر حضرت امیر نے جرمن صدر کو جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے تحائف پیش کئے جن میں قرآن مجید کا جرمن ترجمہ اور دیگر کتب شامل تھیں۔ صدر مملکت نے ان خصوصی تحائف کا شکریہ ادا کیا۔

یہ استقبالیہ تقریب نہ صرف جرمنی میں مسلم کمیونٹی کی سرگرمیوں کا عکاس تھی بلکہ اس نے بین المذاہب رواداری اور باہمی احترام کی ایک نئی مثال بھی قائم کی۔

جرمن صدر کا پیغامِ اتحاد

افطار ڈنر کے موقع پر صدر اسٹائن مائر نے اپنے خطاب میں کہا:

"مجھے اس بابرکت مہینے میں آپ کے ساتھ افطار کر کے خوشی ہو رہی ہے۔ آج ہم یہاں بین المذاہب ہم آہنگی کی ایک عظیم مثال دیکھ رہے ہیں، جہاں مختلف عقائد اور ثقافتی پسِ منظر رکھنے والے افراد ایک ہی دستر خوان پر جمع ہوئے ہیں۔ یہ مسجد جو ۱۹۲۴ء میں قائم ہوئی، ہمیشہ سے بین المذاہب مکالمے اور سماجی ہم آہنگی کا مرکز رہی ہے۔ اس سال مسجد کے پورے سو سال ہو چکے ہیں اور یہ جرمنی کی قدیم ترین مسجد ہے۔ جو اس بات کی علامت ہے کہ اسلام جرمنی میں صدیوں سے موجود ہے اور یہاں کی تہذیب کا حصہ بن چکا ہے۔

یہ مسجد نہ صرف عبادت گاہ ہے، بلکہ مکالمے، رواداری اور باہمی تفہیم کا مرکز بھی ہے، جو جدید جرمن معاشرے کی طاقت کو ظاہر کرتی ہے۔"

انہوں نے مسجد کی انتظامیہ اور مسلم کمیونٹی کے کاموں کو سراہتے ہوئے کہا کہ یہ جگہ سیاحوں اور مقامی باشندوں دونوں کے لیے دلچسپی کا مرکز ہے۔

مسجد کی تاریخی اہمیت

تقریب کے دوران، اسلامی تاریخ دان محترمہ گارڈین یونکر نے مسجد کی تاریخ پر روشنی ڈالی، جو ۱۹۲۴ میں تعمیر ہوئی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ یہ مسجد جرمنی میں اسلام کی ثقافتی وراثت کا اہم حصہ ہے اور یہاں کے مسلمانوں نے ہمیشہ معاشرے میں مثبت کردار ادا کیا ہے۔

روزہ افطار اور نماز

مغرب کی اذان کے بعد محترم صدر اسٹائن مائر صاحب نے مسلمانوں کے ساتھ کھجور اور پانی سے روزہ افطار کیا۔ اس کے بعد تمام مہمانوں کے ساتھ افطار ڈنر میں شرکت کی، جس میں پاکستانی، عرب، ترکی اور دیگر ممالک کی مسلم کمیونٹی کے نمایاں افراد بھی شامل تھے۔ برلن مشن کے انچارج جناب عامر عزیز صاحب نے جرمن صدر کو یقین دلایا کہ وہ مسلمانوں کو اور ہماری تنظیم کو ہر مشکل وقت میں جرمنی اور اس کے آئین اور عوام کے ساتھ کھڑا پائیں گے۔ انہوں نے جرمن صدر اور تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔

ثمراتِ تقریب

یہ تقریب بین المذاہب رواداری کے نظریہ کا، جس کا عکاس جرمن قوم ہے اس کی بہترین مثال تھی۔ جس میں صدر مملکت کی شرکت نے مسلمانوں کے سماجی کردار کو مزید تقویت بخشی۔ مسجد کی انتظامیہ نے امید ظاہر کی کہ ایسے پروگراموں سے غیر مسلموں تک اسلام کی صحیح تعلیمات پہنچانے میں مدد ملے گی۔

عامر عزیز صاحب انچارج برلن مسجد کا پیغام:

"محترم صدر مملکت اور معزز مہمانانِ گرامی!

آج ہماری مسجد کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ملک کے اعلیٰ ترین عہدے پر فائز ہستی نے ہمارے ساتھ افطار میں شرکت کی۔ یہ نہ صرف ہماری مسجد بلکہ پورے جرمنی کی مسلم کمیونٹی کے لیے باعث فخر ہے۔ یہ مسجد ۱۹۲۴ میں قائم ہوئی، ہمیشہ سے بین المذاہب مکالمے اور سماجی ہم آہنگی کا مرکز رہی ہے۔

رمضان المبارک کا یہ مقدس مہینہ ہمیں صبر، ہمدردی اور اخوت کا سبق دیتا ہے۔ آج ہم نے صدر جرمنی کے ساتھ مل کر جو افطار کیا، وہ درحقیقت ایک پیغام ہے - امن، محبت اور باہمی احترام کا پیغام۔

ہماری مسجد ہمیشہ سے تمام مذاہب کے لوگوں کے لیے کھلی رہی ہے۔ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ مساجد کو معاشرے میں مثبت کردار ادا کرنا چاہیے۔ آج کا یہ پروگرام اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

آخر میں مَیں جرمن صدر صاحب کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر ہمارے ساتھ افطار میں شریک ہوئے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جرمنی کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنائے رکھے۔"

حضرت ڈاکٹر عبد الکریم سعید صاحب (امیر جماعت احمدیہ لاہور) کا پیغام:

"محترم صدر جرمنی، معزز مہمانوں اور عزیز بھائیو و بہنوں!

آج اس تاریخی مسجد میں ہم سب کو اکٹھا کرنے والا درحقیقت رمضان المبارک کی وہ روحانی برکات ہیں جو ہمیں ایک دوسرے کے قریب لاتی ہیں۔

جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے میں اس موقع پر سب اس بابرکت ماہ کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

ہم اس بات کی قدر کرتے ہیں کہ جرمنی جیسے ترقی یافتہ ملک میں مذہبی رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دیا جاتا ہے۔ آج محترم جرمن صدر صاحب کی یہاں موجودگی اس امر کی واضح علامت ہے کہ اسلام اور مغرب کے درمیان مکالمہ اور باہمی تفہیم ممکن ہے۔

ہماری جماعت ہمیشہ سے امن، محبت اور رواداری کے پیغام کی علمبردار رہی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مساجد صرف عبادت گاہیں نہیں بلکہ سماجی ہم آہنگی کے مراکز بھی ہونی چاہئیں۔ یہی وہ پیغام ہے جو بانی جماعت نے ۱۳۰ سال قبل تمام دنیا کو دیا تھا۔

آج کا یہ اجتماع ہمیں یہ پیغام دیتا ہے کہ مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے ماننے والے باہمی احترام اور محبت کے ساتھ اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ ہم جرمن صدر کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اس اہم موقع پر ہمارے ساتھ افطار میں شمولیت اختیار کی۔"

اختتام:

پروگرام کی نظامت کی ذمہ داری محترمہ سلینہ عزیز صاحبہ نے نہایت عمدگی سے ادا کی اور جرمن صدر اور معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ اس موقع پر پاکستانی کمیونٹی، انڈین کمیونٹی اور مقامی رہنماؤں نے بھی شرکت کی اور رمضان کی مبارکبادوں کا تبادلہ کیا۔ تقریب کا اختتام دعا اور باہمی محبت کے پیغام کے ساتھ ہوا۔

(فہرست—مضامین)

تصاویر

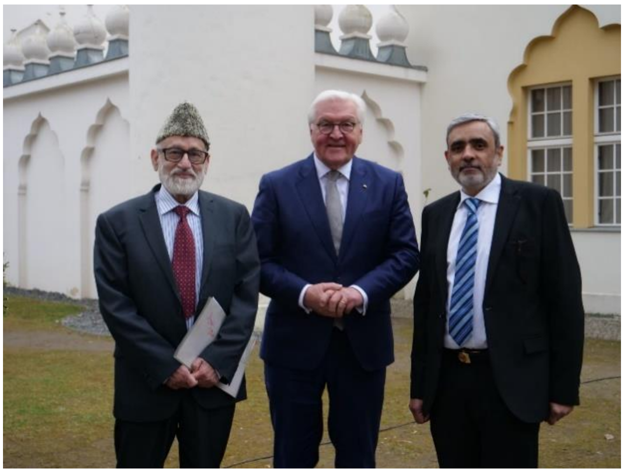

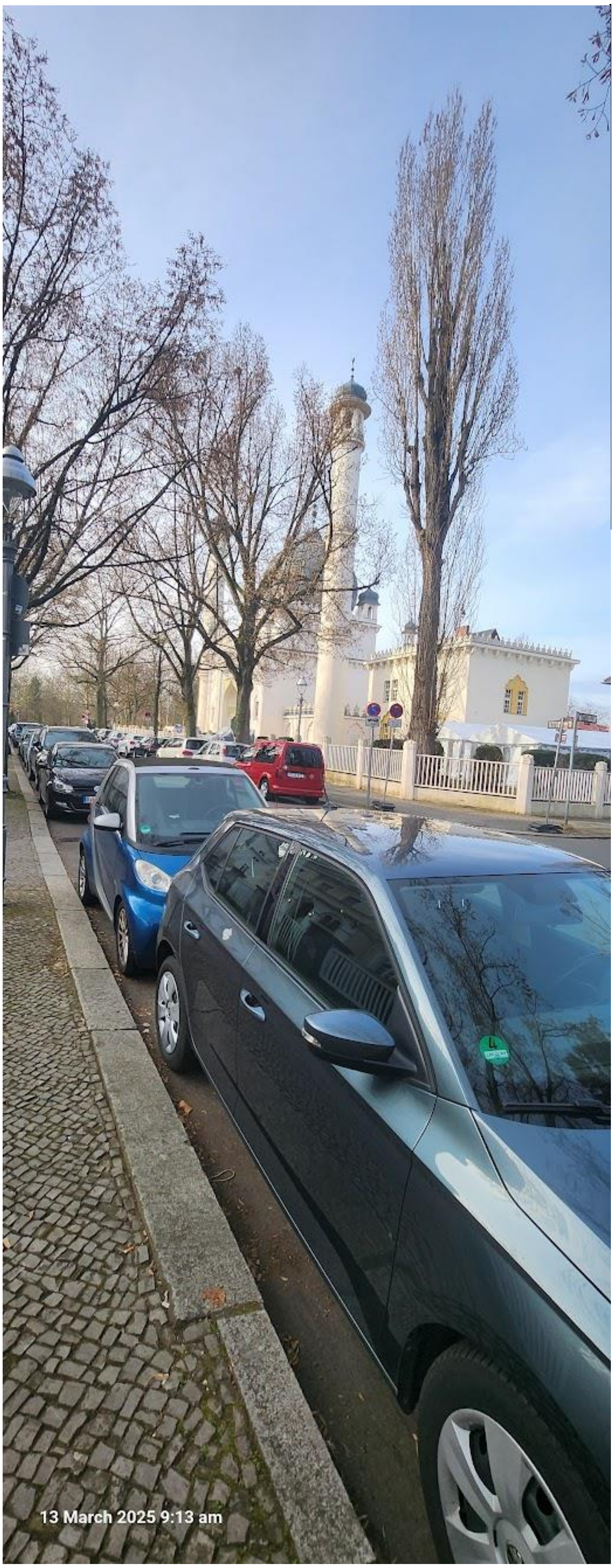
13 March 2025 9:13 am

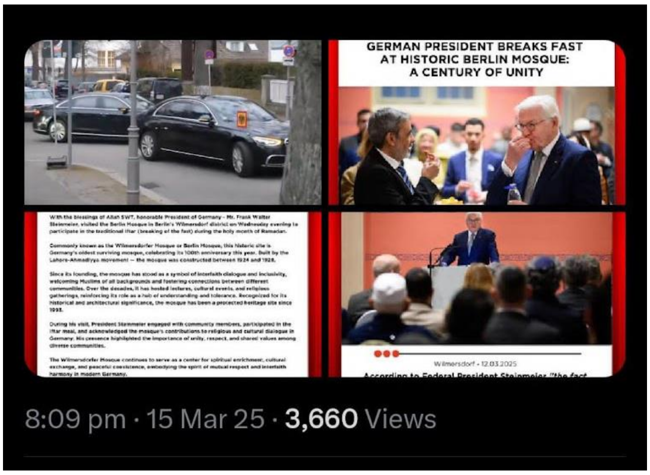
GERMAN PRESIDENT BREAKS FAST
AT HISTORIC BERLIN MOSQUE:
A CENTURY OF UNITY
With the blessings of Allah SWT, honorable President of Germany - Mr. Frank Walter Steinmeier, visited the Berlin Mosque in Berlin's Wilmersdorf district on Wednesday evening to participate in the traditional iftar (breaking of the fast) during the holy month of Ramadan.
Commonly known as the Wilmersdorfer Mosque or Berlin Mosque, this historic site is Germany's oldest surviving mosque, celebrating its 100th anniversary this year. Built by the Lahore-Ahmadiyya movement — the mosque was constructed between 1924 and 1928.
Since its founding, the mosque has stood as a symbol of interfaith dialogue and inclusivity, welcoming Muslims of all backgrounds and fostering connections between different communities. Over the decades, it has hosted lectures, cultural events, and religious gatherings, reinforcing its role as a hub of understanding and tolerance. Recognized for its historical and architectural significance, the mosque has been a protected heritage site since 1993.
During his visit, President Steinmeier engaged with community members, participated in the iftar meal, and acknowledged the mosque's contributions to religious and cultural dialogue in Germany. His presence highlighted the importance of unity, respect, and shared values among diverse communities.
The Wilmersdorfer Mosque continues to serve as a center for spiritual enrichment, cultural exchange, and peaceful coexistence, embodying the spirit of mutual respect and interfaith harmony in modern Germany.
Wilmersdorf · 12.03.2025
8:09 pm · 15 Mar 25 · 3,660 Views

جحیّتِ ختمِ نبوت

بجواب "آخری نبی (قسط دہم)

از : قاری غلام رسول

حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے حالات زندگی

خالد صاحب نے ایک عنوان قائم کیا ہے "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات خالد صاحب ایک عنوان قائم کرتے ہیں اور یہود و نصاریٰ اور مرزا قادیانی کا عقیدہ مصلوبیت۔ (آخری نبی ۱۰۲)

یہاں دو صفحات کے بعد وہ یہ اقرار کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک حضرت مسیح ماعود علیہ اسلام کی وفات صلیب پر نہیں ہوئی بلکہ وہ یہاں سے بچ کر کشمیر کی طرف چلے گئے اور وہاں اُن کی طبعی وفات ہوئی تعجب ہے کہ جب آپ یہ مانتے ہیں کہ حضرت مجدد العصرؒ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی وفات صلیب پر نہیں ہوئی بلکہ وہ کشمیر جاکر اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے تو آپ کے عنوان کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے آپ لوگوں کو یہ مغالطہ دینا چاہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کی طرح حضرت مرزا غلام احمد رحمتہ اللہ علیہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے متعلق صلیب پر موت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ آپ کی اس صحافیانہ قلم کاری کی واردات سے ہمیں ایک پرانا لطیفہ یاد آگیا کہ ایک شخص گاڑی میں اخبار فروخت کر رہا تھا وہ آواز لگا رہا تھا پچاس افراد کو لوٹ لیا گیا۔ پچاس افراد کو لوٹ لیا گیا، دس اخبار فروخت کرنے کے بعد وہ سامنے والی دوسری گاڈی میں چلا گیا وہاں آواز لگانے ساٹھ افراد کو لوٹ لیا گیا۔ ساٹھ آفراد کو لوٹ لیا گیا تب لوگوں کو پتہ چلا کہ خبر ڈکیتی کی نہیں بلکہ دراصل یہ فروخت شدہ اخبارات کی گنتی کر رہا ہے اور اس طریقہ سے یہ خود لوگوں کو لوٹ رہا ہے۔ ہمارے خالد صاحب نے بھی چند خود ساختہ اعتراضات جمع کر کے مصنفین میں نام لکھوانا چاہا ہے اور اپنی کتاب کا حجم بڑھانے کے لئے الفاظ سے کھیلنے کی کوشش کی ہے، اور یہ اعتراض بھی دراصل آخری بنی کے مصنف کے نہیں بلکہ ندوی مودودی بذنی اور اصلاحی صاحبان کے ہیں جن سے کا جماعت کی طرف سے بار ہا جواب دیا چکا ہے، لیکن اب جناب خالد نے ان کو نئے رنگ میں پیش کیا ہے۔ لیکن ہم تعاقب کرتے رہیں گے اور آپ کو اس طرح اخبار نہیں بچھنے دیں گئے۔

جو شخص بھی آخری نبی نام کو اس کتاب کو کُھلی آنکھوں سے جسسازی سے دیکھئے گا اس پر واضح ہو جائیگا کہ اس کتاب کے زرئعہ دین کی کوئی خرمت انجام نہیں دی گئی بلکہ ختم نبوت کے مقدس نام پر تخریب کاری کی گئی ہے جنابِ خالد صاحب کی اس تحریر میں تصاد ہے، جھوٹ ہے فریب ہے بد دیانتی ہے، دشام طرازی ہے، کستاخی ہے، تکرار ہے غیر ضروری اور بے معنی باتیں ہیں غرضکیہ الفاظ کی ایسی ہیرا پھیری ہے کہ قاری کئی کئی صفحات کی ورق گردانی کر جاتا ہے لیکن کچھ سمجھ نہیں آتا یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ آخری نبی کے مصنف نے اگر امام العصر حضرت مرزا غلام احمد رحمتہ اللہ علیہ کی کُتب کا خود مطالعہ کیا ہوتا تو اُنھیں ندامت نہ اُٹھانا پڑتی ایسے اسلوب کی توقع تو کسی دنیادار شخص سے بھی نہیں کی جاسکتی چہ جائیکہ کہ ایک ایسا شخص جو دین کے مقدس نام پر یہ سب کچھ کر رہا ہے، لیکن بُرا ہو جہالت کا کہ خالد محمود صاحب اگر جھوٹ بول کر اور الفاظ کی بازیگری سے بعض کم علم مسلمانوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب بھی ہوگئے تو آخرت میں کیا جواب دیں گے وقت ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہتا کل کو اگر لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کی اصل کُتب دیکھ لیں تو خالد محمود صاحب جیسے لوگوں کو فتنہ چھپانے کو جگہ نہیں ملے گی۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ وقت آنے پر اصحابِ کہف نے غار سے نکلنا ہے اور حق واضح ہو کر رہنا ہے، اور اسلام کا اصل چہرہ بے نقاب ہونا ہے اور ایسا یقیناً ہو کر رہے گا۔

دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ برلن مسجد کو اسلام کا سب سے بڑا مرکز بنادے اور اِس سے بھی بڑھ کر کامیابیاں عطا فرمائے۔

(فہرست۔مضامین)

میں سلسلہ احمدیہ میں کیوں شامل ہوں؟

ایک سوال اور اس کا پُرحقیقت جواب

(از جناب خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تمیم، صدر بلدیہ جھنگ)

نوٹ: پیغام صلح، ۳ نومبر ۱۹۳۵ء (صفحہ ۹ تا ۱۱)

میری پہلی زندگی اور احمدی ہونے پر مجبوری

سوال ہے کہ میں احمدی کیوں ہوں؟ اس کا مختصر مگر جامع جواب ہے کہ میں مجبور ہوں کیونکہ اس کے سوا چارہ نہیں۔ میں مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوا، اور ہوش سنبھالنے سے ہی مذہب کا شغف اور قران کریم کے مطالعہ سے سروکار رہا۔ مسلمانوں کے موجودہ بڑے بڑے فرقے یکے بعد دیگرے تقریباً سب کے سب اختیار کر دیکھے اور حتیٰ الامکان نیک نیتی سے طلب حق اور تسلی کے لیے آزمائے۔ مگر کہیں ٹھکانا نہ ملا اور پاؤں نہ جما، پیاس نہ بجھی اور تسلی نہ ہوئی۔ تحریک احمدیت کی ان دنوں ابتدا تھی۔ دوسرے فرقوں کے تلخ تجربہ کی وجہ سے پہلے پہل تو باہر سے سُنی سنائی باتوں کے اعتبار پر اسے بھی ایک دھوکے کی ٹٹی اور پیسہ کمانے کی دکان سمجھتا رہا۔ چونکہ قران کریم بالالتزام پڑھا کرتا تھا اس لیے مداومت مطالعہ اور سمجھنے کی کوشش میں مروجہ معنی بھی تقریباً ازبر ہو گئے تھے۔ مگر تسلی تو کجا، الٹا بے اطمینانی کی یہ حالت تھی کہ قرآن کا پڑھنا ایک سنگلاخ ویرانہ کا سفر معلوم ہوتا تھا اور قدم قدم پر ایسی ٹھوکریں لگتی تھی کہ منہ کے بل گر جایا کرتا تھا۔ چنانچہ انہی ایام میں جب ایک مخلص اور سعید دوست نے اپنی یہی مشکل بیان کر کے اس کا علاج بتایا کہ تلاوت میں انہوں نے مترجم قرآن کا استعمال ترک کر دیا ہے اور معرّا قرآن استعمال کیا کرتے ہیں تو ان کے قرآنی معنوں کی بے علمی پر رشک ہوا، اور اپنے معنی جاننے پر افسوس ہوا۔

جلسہ مذاہب اور پنڈت لیکھرام کا قتل

اسی اثناء میں جب کہ میں لاہور شہر میں بسلسلہ ملازمت تعینات تھا، پنڈت لیکھرام کا قتل اور جلسہ اعظم تحقیق مذاہب میں حضرت مرزا صاحب کے لیکچر کی مافوق المعمول فوقیت کے خارقِ عادت واقعات در پیش آئے اور باوجود ہر چند تاویل کرنے کی کوشش کے مجبوراً، انہیں معجزہ ہی سے تعبیر کرنا پڑا۔ تاہم تعصب کی رگ اس قدر مضبوط تھی کہ ایسی کاری ضربات سے بھی کاٹی نہ گئی اور دل گو کسی حد تک زخمی تو ہو گیا مگر صاف نہ ہوا۔ البتہ یہ فائدہ ضرور ہوا کہ میرے لئے اپنی یہ حالت اُن قابل رحم دلوں کی حالت کا تجربہ ہو گئی جو آج بھی اس قدر نشانات صداقت دیکھنے اور دلائل سننے کے باوجود لیت ولعل میں ہیں اور حوصلہ نہیں کر سکتے کہ صداقت کی تصدیق اور اس کو اختیار کریں۔ آخر قسمت ر ساتھی۔

عدد شود سببِ خیر گر خدا خواہد
مسیح موعود کا فہم قرآن

ایک پادری صاحب سے جناب مرزا صاحب کی تفسیر سورہ فاتحہ کا ایک حصہ ہاتھ میں آیا جو ان دنوں اخبار الحکم میں چھپ رہی تھی۔ اس کی غرض سے اخبار مذکور کا خریدار بنا اور اسی تفسیر سے ہی اس نتیجہ پر پہنچا کہ مطالب و معارف قرآن کے فہم میں حضرت مرزا صاحب کی مثال اُس شخص سی ہے جو ایک کمرہ کے اندر موجود ہو کر اس کے اندرونی سامان کی تفصیل مشاہدہ سے بیان فرما رہا ہے اور ان کے مقابلہ میں دیگر مفسرین کی مثال جن کی تفاسیر میں دیکھ چکا تھا ایسی تھی کہ گویا ایک بند کمرے کے باہر کھڑے ہو کر اندرونی سامان کی تفصیل دینے میں اٹکلیں دوڑا رہے ہیں۔ اس نوبت پر وہ سابقہ تقریباً بجھی ہوئی چنگاری پھر روشن ہو گئی اور تحقیق کا صحیح اشتیاق پیدا ہو گیا۔ تاہم تعصب کا برا ہو کہ تحقیق سے جوں جوں احمدیت کا نقش میرے دل پر جمتا تھا میں اسے ایک گناہ سمجھا تھا اور اس سے بچنے کی کوشش کرتا تھا چنانچہ میں نے ان لوگوں کی طرف توجہ کی جو احمدیت کے دشمن تھے اور اس کے استیصال کی کوشش میں منہمک تھے اور ان میں سے بعض میرے ذاتی دوست اور شناسا بھی تھے۔ میں

نے ان سے استمداد کی اور ان کے ساتھ گفتگو اور خطوط اور تصانیف سے علاج شروع کیا مگر ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

البتہ قران کریم کا وہ مطالعہ جسے میں اپنے لئے اب تک زحمت سمجھے تھا اب رحمت ثابت ہوا کیونکہ قرآن کریم ہی کی طفیل مخالفین کے دلائل میرے لیے براہین تصدیق بن گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ وقت آگیا کہ تعصب کی رہی سہی رگ بالکل کٹ گئی اور میں احمدیت کے قدموں میں گر گیا۔

احمدی رہنے کے وجوہات

یہ تو ہے میرے احمدی بننے کی ژولیدہ داستان۔ اب احمدی رہنے کے موجبات نہایت اختصار سے عرض کرتا ہوں۔مذہب کی بنیاد اعتقادات اور اعمال پر ہے اور ان دونوں کے رو سے میرے نزدیک ہر مسلمان بلکہ ہر انسان احمدی بننے پر مجبور ہے اور اس کے سوا اسے چارہ نہیں بلکہ میرے نزدیک صحیح معنوں میں احمدیت اسلام بلکہ کمال انسانی کی تعبیر ہے۔

احمدیت شرک سے پاک ہے

(۱) توحید باری تعالیٰ ذات اور صفات دونوں میں صرف احمدیت ہی میں خالص اور مکمل ہے۔ دوسرے مذاہب اور اسلام کے دوسرے فرقوں میں کہیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہی میں شرک داخل ہو گیا ہے۔ ورنہ صفات میں تو تقریباً سب نے (الا ماشاء اللہ) شرک کو داخل کر دیا ہے۔انسان زادوں کا ہزاروں برس سے الآن کما کان آسمان پر موجود رہنا، عالم الغیب ہونا، خالق طیور ہونا، مُردوں کو زندہ کرنا وغیرہ وغیرہ صریحاً شرک صفات باری تعالیٰ ہیں اور اس وجہ سے ایک خالص توحید کا طالب اور عاشق مجبور ہے کہ احمدی بنے۔

ختم نبوت کا صحیح مفہوم احمدیت میں ہے

(۲) شرک نبوت۔ کہنے کو تو توحید باری تعالیٰ کی طرح جناب نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں اور قیامت تک نبوت کے تخت کے متمکن ہیں متمکن اور زینت ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی اعتقاد ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوۃ والسلام جو بنی اسرائیل کے آخری مستقل اور حقیقی نبی تھے ،اب تشریف لائیں گے اور امت وسطیٰ کی اصلاح فرمائیں گے یا یہ اعتقاد ہے کہ اس امت میں سے ہی ایک حقیقی نبی آگیا۔اس صورت میں بھی ختم نبوت کا معتقد مجبور ہے کہ احمدیت اختیار کرلے تاکہ ختم نبوت کی مہر کو محفوظ رکھ سکے۔

قبول احمدیت قرب الٰہی کا ذریعہ ہے

(۳) ہر مذہب کا منتہائے مقصود قرب الٰہیٰ ہے اور قرب کا کمال اور حاصل اللہ تعالیٰ سے شرف مکالمہ اور مخاطبہ ہے اور اس بارہ میں، میں نے سب کے سب دروازے بند پائے اور صرف احمدیت ہی کی کھڑکی کھلی ملی۔ یعنی مذاہب کے درخت میں یہی ایک شاخ سرسبز پائی گئی۔

پنڈت لیکھرام کے قتل میں اعجاز الٰہیٰ

بطور مشتے نمونہ از خروارے۔ پنڈت لیکھرام کا واقعہ جس کا اوپر ذکر ہوا میرے نزدیک ہر معترض،مذبذب، متجسس اور طالب پر اتمام حجت ہے۔پنڈت مذکور کی بدزبانی اور پاکوں اور پاک بازوں کے سردار جناب نبی کریم ﷺ کی شان اطہر میں گستاخی جب حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی غیرت کی محرک ہوئی تو پنڈت لیکھرام نے نہایت دیدہ دلیری سے مباہلہ اور مبارزہ کے رنگ میں حضرت مرزا صاحب کے خلاف عذاب کی پیش گوئی شائع کی اور اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی صداقت کی شرط پر پیش گوئی کا مطالبہ اور تقاضا کیا۔ تو حضرت مرزا صاحب نے بھی اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر نہایت پرُشوکت تمہیدی نظم کے ساتھ وہ مشہور انذاری الہام جَسَدًا لَّہٗ خُوَارٌ۔ لَہٗ نَصَبٌ وَعَذَابٌ شائع کیا جو پنڈت صاحب کے متعلق دنیا میں فرقان ہونے والا تھا۔ اول تو اس اشتہار کی تمہیدی نظم میں "تبرس از تیغ بُرّانِ محمد" کے انذاری مصرع اور بالکل خلاف معمول ایک ہاتھ کے پنجہ کی تصویر کے نشان نے عذاب کی نوعیت صاف کر دی تھی مگر بعد میں ایک غِلَاظٌ اور شِدَادٌ فرشتہ کی ماموری کے کشف کی اشاعت نے، جو پنڈت لیکھرام اور ایک اور شخص کے عذاب پر مامور ہوا ، شائع کیا گیا۔اس نے بالکل صاف کر دیا اور وقت عذاب کی تعین بھی "یوم اقرب یوم العید" کے مشہور الہامی مصرع کی اشاعت سے ہوگئی۔ چنانچہ جس طرح یہ پرُ شوکت الہام اپنے مقررہ طریق سے اور مقررہ وقت پر پورا ہو کر اسلام اور بانی اسلام کی صداقت پر مہر ہوا، محتاج بیان نہیں۔تاہم ذیل کے واقعات ایک خداترس اور طالب حق کی

پیاس بجھانے کے لیے کافی ہیں۔

باوجودیکہ وقوعہ جُرم دن کے وقت اور گھر کے آدمیوں کے روبرو ہوا۔ اور اسی وقت بے حد شور اور تعاقب بھی ہوا۔ مکان کے نیچے گلی میں بارات کے اتفاق سے لوگ بڑی کثرت سے موجود تھے اور مکان کی چھت بھی دوسرے مکانات سے ملحق تھی۔ بایں ہمہ قاتل کا آج تک بھی پتہ نہیں چلا کہ وقوعہ کے بعد نیچے اتر کر غائب ہوا یا اوپر چڑھ کر کہیں اُڑ گیا۔ پنڈت صاحب اپنی مضروبی کے بعد کافی عرصہ تک زندہ رہے اور باوجودیکہ بڑے بڑے قانون پیشہ اصحاب، ججان چیف کورٹ، وکلاء، مجسٹریٹ صاحبان و پولیس افسران، ان کے پاس بسلسلہ ہمدردی اور جوش موجود تھے۔ مگر ان میں سے کسی کو توفیق نہ ملی کہ پنڈت صاحب کا بیان نزع لے کر قاتل کی بابت تحقیق کر لیتے کہ وہ کون اور کہاں کا تھا۔

تفتیش اس مقدمہ کی بڑے زور شور سے اور بڑے بڑے لائق اور منتخب پولیس افسران کی معرفت ایک طویل عرصہ تک جاری رہی اور اس قدر کوشش اور محنت ہوئی کہ اس کی کوئی نظیر نہیں۔ لاکھوں روپیہ کا انعام بھی مشتہر ہوا مگر قاتل کا صحیح پتہ آج تک بھی نہ چلا کہ کون اور کہاں کا تھا۔ بہت لوگوں نے قاتل کو واقعہ قتل سے پیشتر پنڈت صاحب کے ساتھ دیکھا ہوا تھا اور اس سے باتیں بھی کی تھیں۔ مگر ان میں سے بھی کسی کو یہ توفیق نہ ملی کہ اس کا نام پتہ دریافت کرتا اور بتلا سکتا۔ چنانچہ وہ قاتل آج تک بھی عدم پتہ ہے۔

پنڈت لیکھرام اور گوسالہ سامری

ان سب معجزانہ واقعات سے بہت بڑھ چڑھ کر قرآن کریم کی اس آیت شریفہ کا کمال ہے جو پنڈت صاحب کے انجام کے متعلق حضرت مرزا صاحب کو الہام ہوئی "جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ" قرآن کریم میں گوسالہ سامری کے متعلق آئی ہے ۔ جس کے انجام کا مقابلہ پنڈت صاحب کے انجام اور حالات سے کئے جانے پر پایا جاتا ہے کہ:-

گوسالہ سامری محض ایک جسد بے جان تھا مگر اس میں آواز کی صفت ہونے سے اسے معبود بنی اسرائیل بنا دیا تھا۔ پنڈت صاحب کی بضاعت بھی اس قدر تھی کہ پولیس میں ہیڈ کانسٹیبل تھے۔ مگر لفاظی اور زبانی طرازی نے انہیں مذہبی لیڈر بنا رکھا تھا۔

گوسالہ سامری کا انجام اس کے پیٹ میں ضربات لگائے جانے سے ہوا۔ پنڈت صاحب کے بھی پیٹ ہی میں ضربات لگیں جن سے ان کا انجام ہوا۔

گوسالہ سامری بعد انجام جلایا گیا بقول قرآن کریم لَّنُحَرِّقَنَّهٗ پنڈت صاحب کی لاش بھی جلائی گئی۔

جلائے جانے کے بعد دریا میں پھینکا گیا۔ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ پنڈت صاحب کی خاکستر بھی دریا میں بہائی گئی۔

اسی روز یہودیوں کی عید فتح تھی۔ اس روز کے متصلہ روز مسلمانوں کی عید تھی۔

وہاں بھی شمسی ماہ کی چھٹی تاریخ تھی، وہاں قریباً شام کا وقت تھا۔ یہاں بھی شمسی ماہ مارچ کی چھٹی تاریخ تھی۔ یہاں بھی تقریباً ۶، ۵ بجے شام کا وقت تھا۔

گوسالہ سامری کے وقوعہ کے بعد بنی اسرائیل میں طاعون پھوٹی۔ یہاں بھی پنڈت کے واقعہ کے بعد پنجاب میں طاعون نمودار ہوئی۔

یہی ایک واقعہ منجملہ بے شمار ایسے واقعات، الہامات اور پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے ہر طالب حق کو مجبور کرتا ہے کہ وہ احمدی بنے۔

احمدیت اسلام کی صداقت کا نشان ہے

(۴) یوں تو مسلمان دیگر مذاہب کو مطعون اور ملزم کہا کرتے ہیں کہ ان کی کتابوں کی پیشگوئیوں کو نبی کریم ﷺ کی بعثت نے پورا کیا اور قرآن کریم نے مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ہو کر ان کو سچا ثابت کیا اور بایں ہمہ تعجب ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنے محسن اور مصدق مصدوق نبی اور کتاب پر ایمان نہیں لاتے بلکہ مخالفت اور عداوت کرتے ہیں۔ مگر تعجب اور افسوس ہے کہ مسلمان خود بھی اسی پتھر سے ٹھوکر کھا رہے ہیں اور عین اسی غلطی اور جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں جس کی بابت دوسروں کو ملزم کرتے ہیں۔ قران کریم اور آثار نبوی ﷺ آخری زمانہ کے مصلح کے متعلق پیشگوئیوں سے بھرپور ہیں اور انہیں خوش اور ممنون ہونا چاہیئے کہ حضرت مرزا صاحب کی بعثت نے ایک ایک پیشگوئی اور نشان کی تصدیق کر کے اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی صداقت کو روشن کر دیا، مگر وائے بر حال امت کہ دیگر اہل کتاب کا کامل تتبع کر کے نبی کریم ﷺ کے اس انذار سے بے پرواہ ہو رہی ہے جو جناب پاک نے اہل کتاب سے

مطابقت کے بارہ میں فرمایا تھا۔پس اس صورت میں بھی اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی محبت اور ان کی تصدیق کی تڑپ مجبور کرتی ہے کہ احمدی بنوں۔

حدیث مجدّد

(۵) بعثت مجدد کی مشہور حدیث کل تک تو متفق علیہ اور مسلمہ تھی اور خود اسی ہمارے ہی ملک میں جن بزرگان نے اس حدیث کے ماتحت اپنی بعثت کا دعویٰ کیا ان کی نہ صرف تصدیق ہوئی بلکہ آج وہ اپنی عزت عظمت اور احترام میں مرجع خلائق ہیں۔اور باوجودیکہ آج ساری دنیا قرآن کریم کی خبر کی تصدیق میں آج ایک گھر بن جانے کی مصداق ہے اور صحف کے انتشار کی خبر کو آلہ انتشار الصوت (براڈکاسٹنگ) نے گمان و وہم کے احاطہ سے بڑھ کر اسے کمال تک پہنچایا ہے۔اور باوجودیکہ صدی کا سر تو درکنار نصف سے بھی زیادہ حصہ گزر چکا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے تصرف اور قدرت تام نے دنیا کے کسی گوشہ میں بھی حضرت مرزا صاحب کے سوا کسی اور شخص کو اس حدیث شریف کے ماتحت بعثت کے دعویٰ کی توفیق نہیں دی تا کہ مجدد اعظم چہار دہ صد کا دعویٰ معرضِ اشتباہ وشکوک میں نہ آنے پائے۔مگر وائے بر حال امت کہ اپنی جان سے پیارے نبی کریم ﷺ کی ان بشارتوں کی تصدیق کرنے کی بجائے اپنی نادانی سے اس کی تکذیب میں کوشاں ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔اس صورت میں بھی جناب نبی کریم ﷺ کی محبت اور ان کے صادق قول کی تصدیق کی تڑپ مجبور کرتی ہے کہ احمدی بنوں۔

اسلام کی وسعت کا نظریہ

(۶) اسلام کمال وسعت کا مذہب ہے اور جہاں دوسرے مذاہب نے انعام الٰہی کو خاص خاص ملکوں اور قوموں میں محدود کر دیا، ان کے مقابلہ میں اسلام نے اللہ تعالیٰ کو رب العالمین بتلا کہ لِکُلِّ قَوْمٍ ہَادٍ ۔ لِکُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۔ وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْہَا نَذِیْرٌ ، اس انعام کو اس قدر عام کیا کہ اس سے کوئی ملک اور کوئی قوم بھی محروم نہیں رہی اور اس طرح پر وحدت نسل انسانی اور مساوات کی بنیاد ڈال دی۔مگر کچھ زمانہ کے بعد حسب دستور علماء نے پھر اپنی تنگ نظری سے اسلام کو بھی دوسرے مذاہب کی طرح محدود اور تنگ بنا دیا تھا مگر احمدیت نے اسلام کی اس نمایاں خصوصیت کو از سر نو زندہ کر کے حق تجدید ادا کیا۔

اتحاد اسلامی

(۷) قرآن کریم کے صریح ارشاد لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا اور نبی کریم ﷺ کے صریح حکم لا تکفر اھل قبلتک اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے اصولی ارشاد کے باوجود کہ اگر کسی شخص میں ننانوے وجوہ کفر کی پائی جائیں اور صرف ایک وجہ اسلام کی ہو تو اسے کافر نہ کہا جائے اور باوجودیکہ جناب مخبر صادق ﷺ نے آخری زمانہ کا ہو بہو نقشہ کھینچ کر تفرقہ اور تفریق بازی سے بہت ڈرایا تھا۔مگر علماء نے یہودیوں کے تتبع میں اتحاد اسلامی کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور کوئی جماعت یا فرقہ فتویٰ تکفیر سے محفوظ اور مستثنیٰ نہ رہ سکا۔کلمہ طیبہ کا احترام جسے پڑھ کر ایک شخص اسلام میں داخل ہو جاتا ہے علماء کی مہربانی سے بالکل اٹھ چکا تھا۔اور اثر من تحت ادیم السماء کا نظارہ کمال کو پہنچ چکا تھا۔عین اس وقت احمدیت نے اسلام کی اس نمایاں خصوصیت کو بھی از سر نو زندہ کیا کہ کوئی کلمہ گو کافر و خارج از دائرہ اسلام نہیں ہو سکتا۔اتحاد اسلامی کی یہ خصوصیت بھی مجبور کرتی ہے کہ میں احمدی رہوں۔

احمدیت اسلام کو معقول مذہب قرار دیتی ہے

(۸) اسلام عقلی اور علمی مذہب ہے۔قران کریم جا بجا عقل اور فکر اور تدبیر انسانی سے اپیل کرتا ہے لیکن فیج اعوج کے دابۃ الارض علماء نے اپنی مذہبی اجارہ داری کو محفوظ رکھنے کے لئے مذہب میں عقل کی مداخلت کو ناجائز قرار دے رکھا تھا۔اور اس لئے عقل سے اعتراض کرنے والے کو کافر اور بے دین قرار دے کر اسلام کی عالمگیر ترقی کو مسدود کر رکھا تھا۔اور دوسری طرف قران الحکیم کو جو علم و حکمت کا خزانہ ہے خلاف عقل و علم قصوں اور کہانیوں کا مجموعہ بنا کر اساطیر الاولین کا رنگ دے رکھا تھا اور اس میں بھی عقل یا دلیل کے دخل کو کفر قرار دیا تھا۔احمدیت نے ان علماء کی مخالفت کی پرواہ نہ کر کے اسلام کے نورانی چہرہ سے اس اندھی تقلید کی گرد کو جھاڑ کر وہی اصلی روپ نمایاں اور درخشندہ کر کے دکھلا دیا۔اور قران کریم کی ایسی تفسیر کی جس سے نہ صرف مسلمان تعلیم یافتہ طبقہ کو ارتداد سے بچا لیا بلکہ تمام علمی دنیا کے خیالات میں جو وہ اسلام کے متعلق رکھتے تھے اور خصوصاً مغربی ممالک میں ایک تلاطم اور انقلاب عظیم پیدا کر دیا اور ناممکن کو ممکن کر کے دکھلا دیا۔یوں بھی میں مجبور ہوں کہ

احمدیت اختیار کروں۔

اجتہاد اور دماغی ترقی

(۹) اجتہاد جو قومی دماغی ترقی کی روح اور جس کے بغیر قوائے عقلی اور دماغی لازماً معطل ہو جاتے ہیں اس کو بھی ان مذہبی اجارہ داروں نے کفر کی دھمکیوں سے مسدود کر کے اسلامی ترقی پر ایک گونہ موت وارد کر دی تھی ۔احمدیت نے اس جوہر یکتا کو بھی صدیوں کا زنگ دور کر کے جلا دی اور اس کی ملّانی روکوں کو دور کر کے قومی ترقی کی طرح ڈال دی۔ یہ بھی ایک وجہ مجبوری ہے کہ احمدیت اختیار کرنی پڑتی ہے۔

جہاد کی صحیح روح احمدیت میں ہے

(۱۰) جہاد اسلام میں فرض ہے اور محض حالات مخصوص کے ماتحت تلوار کا استعمال بھی مذہب اور جان و ملک کی حفاظت کے واسطے ضروری ہے مگر یہ جہاد صغیر ہے اور بحکم قرآن کریم جہاد بالقران جہاد کبیر ہے۔ مگر علماء کی نادانی یا تنگ نظری نے جزو کو کل بنا کر ایک طرف ہندوستان بھر کے مسلمانوں کو بزدل اور منافق بنا دیا تھا کہ جہاد بالسیف کو فرض جانتے ہوئے اس کی تعمیل سے قاصر تھے اور دوسری طرف ہزارہا بے گناہوں کے اس غلط اعتقاد جہاد کے ماتحت قتل اور قصاص کا موجب ہو رہے تھے۔احمدیت نے اس غلطی کو بھی صاف کر کے ایک طرف تو اسلام سے اس غلط اور جھوٹے اعتراض کو دور کیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اور دوسری طرف صدہا بے گناہوں کے خون کا سد باب کیا اور مخبر صادق ﷺ کے فرمان یضع الحرب پر تصدیق کی مہر ثبت کی اور اب دنیا مان گئی ہے کہ صحیح اعتقاد یہی ہے۔پس اس لئے بھی میں مجبور ہوں کہ احمدیت اختیار کروں۔

قرآن، حدیث اور فقہ

(۱۱) اسلامی تعلیمات کا مدار قرآن کریم، حدیث شریف اور فقہ پر ہے مگر علماء کی نافرمانی سے افراط اور تفریط کی حکومت تھی۔ سوادِ اعظم نے تو فقہ کو مقدم رکھ کر قرآن اور حدیث کو پیچھے ڈال دیا تھا۔ اور ایک گروہ کثیر نے حدیث شریف کو مقدم اور قرآن کریم کو موئخر کر کے فقہ کو تو جواب ہی دے رکھا تھا۔ تیسرے ایک قلیل گروہ نے صرف قرآن کے اختیار کرنے کے ادعا پر سنت، حدیث اور فقہ سب سے انکار کر دیا تھا اور ایک چوتھے تعلیم یافتہ گروہ نے مغربی روشنی سے چکا چوند ہو کر سارے مذہب ہی کو یورپی سائنس کے قدموں میں لا ڈالا تھا۔ غرض اس افراط اور تفریط کے زور شور سے احمدیت نے تجدید کا فرض حق بحق دار و سانید کے مصداق ادا کیا۔اور قرآن کریم کو سب پر مقدم کر کے اس کے بعد سنت اور حدیث اور ان کے بعد فقہ کا مقام قرار دے کر اسلام کا اصلی منور چہرہ درخشاں کیا۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ احمدیت کے بغیر چارہ نہیں۔

قران میں ناسخ منسوخ

(۱۲) کتاب اللہ میں وَ لَوۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوۡا فِیۡہِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا ۔کی زبردست دلیل صداقت کے ہوتے ہوئے ناسخ اور منسورخ آیات کا ماننا عقل اور قیاس سے بعید تھا۔ اور اسلام اور قرآن کے نورانی چہرہ پر خاک بدہنم ایک بدنما داغ تھا۔ قرآن کے فہم کے قصور میں بعض نے سینکڑوں آیات کو ناسخ اور منسوخ قرار دے رکھا تھا اور بعض نادان علماء نے تو یہاں تک غلو کیا تھا کہ بعض آیات قرآن کی مرفوع التلاوۃ ہیں اور بعض آیات ایسی ہیں کہ جن کا حکم تو جاری ہے مگر قرآن میں درج نہیں ہیں۔ اور اس طرح پر قرآن کی صداقت ہی کی جڑ پر کلہاڑا چلا رکھا تھا۔ یہ احمدیت کا احسان ہے کہ اسلام کے ایسے آڑے وقت کام آکر ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا۔ کہ قرآن کریم کا ایک شوشہ بھی منسوخ نہیں اور الحمد سے لیکر الناس تک وہ ترتیب اور تطبیق کر کے دکھلا دی کہ بجائے خود ایک قرآنی معجزہ اور اللہ تعالیٰ کے اپنے ہاتھ کا کیا ہوا کام ثابت ہو گیا۔ یہ اعتقاد بھی مجبور کرتا ہے کہ میں احمدیت کے قدموں میں پناہ لوں۔

بہشت و دوزخ کے متعلق صحیح اعتقاد

(۱۳) عذاب و ثواب، بہشت و دوزخ کا اعتقاد ایک عقدہ لاینحل بنا ہوا تھا اور عذاب و ثواب محض آئندہ زندگانی بعد الموت کے متعلق سمجھا جاتا تھا۔ اعتقاد تھا کہ مذہب کا اس دنیا کی زندگی پر کوئی اثر نہیں اور کہ مسلمان آخر سب بہشت میں جائیں گے اور کافر کو اس کے نیک عمل کا کوئی بدلہ نہیں ملے گا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے دوزخ میں جلتا رہے گا۔ احمدیت نے ازروئے قرآن و حدیث علمی طور پر نہایت معقولیت سے ثابت کیا کہ اعمال کا اثر مسلمان اور کافر

دونوں پر اسی زندگی سے شروع ہوتا ہے اور بہشتی اور دوزخی زندگی اسی دنیا سے شروع ہوتی ہے۔ اعمال کی جزا و سزا ساتھ کے ساتھ مرتب ہوتی جاتی ہے۔ آئندہ زندگانی میں بہشت میں بھی ترقیات جاری رہیں گی۔ اور دوزخ بطور ایک ہسپتال کے ہے جس میں روحانی مریض داخل ہو کر اور زیر علاج رہ کر مرض کے ازالہ کے بعد نکال لیے جائیں گے اور ترقی کے راستہ پر گامزن ہوں گے۔ اس اعتقاد سے بھی انسان مجبور ہے کہ احمدی ہو۔

اسلام کی بے کسی اور احمدیت کی بلند ہمتی

(۱۴) ہم نے وہ زمانہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اسلام حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی طرح دہریت و مادہ پرستی عیسائیت اور آریہ سماج کے افواج کے نرغہ میں تھا۔ اور بڑے بڑے علماء، ہراسان ہو کر حوصلہ چھوڑ بیٹھے تھے اور حفاظت سے لاچار تھے۔ یہاں تک کہ ایک بہت چوٹی کے عالم نے ایک درد خواہ اسلام کے توجہ دلانے پر اپنی بے بسی اور اسلام کے انجام کا اعلان کر دیا تھا۔ ایسی حالت میں صرف ایک خونی مہدی کی موہوم سی انتظار تھی کہ وہ تشریف لا کر کافروں کو قتل کر کے مسلمانوں کو غالب بنادیں گے کہ احمدیت نے میدان میں نکل کر نہ صرف حفاظت اسلام بلکہ فتح اور غلبہ اسلام کے یقین سے ایک جماعت کے سینوں کو معمور کر دیا جو دیوانہ وار کام میں لگ گئی اور ہر ایک قسم کی قربانی کے لئے تیار ہو گئی۔ ایسی مایوسی کے عالم میں فتح کا یقین ہونا احمدیت کی ایک بڑی خصوصیت ہے اور ہر خداترس اور اسلام کا ہمدرد مجبور ہے کہ احمدی بنے۔

احمدی مجاہدین ہیں

(۱۵) جو افراد اور قومیں دوسروں کے بھروسہ پر رہتی ہیں ان میں سے قوت عمل زائل ہو کر آخر اخلاقی، روحانی اور تمدنی موت وارد ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں میں خونی مہدی کی آمد کے انتظار نے جو آ کر کافروں کو قتل کر کے ان کو غالب بنادے۔ ان کی قوت عمل کو سلب کر کے ناکارہ کر دیا تھا۔ احمدیت نے اس غلطی کو دکھلا کر انہیں خود کام کرنے کے راستہ پر ڈالا دیا اور لیس للانسان الا ما سعیٰ کے ماتحت جہاد کبیر پر لگا دیا۔ اس صورت نے بھی مجبور کیا کہ احمدیت اختیار کروں۔

جملہ حالات بالا اور ہمچو قسم دیگر تمام حالات کے لحاظ سے چونکہ احمدی ایک مجاہد اور غیر احمدی ایک قاعد ہے اور مجاہد کو قاعد پر فضیلت ہے، اس لئے بھی مجبور ہوں کہ قاعدین کی صف سے نکل کر مجاہدین کی جماعت میں شامل ہوں۔

احمدیت کا بے نظیر کارنامہ

(۱۶) کام کے رو سے بھی جو احمدیت نے کر کے دنیا بھر کو دکھلا دیا اور کامیابی کی رو سے بھی جو اس قلیل بے بضاعت جماعت کو ہوئی ایک خداترس انسان کو صاف نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت کا ہاتھ کام کر رہا ہے اور نہ صرف بقا بلکہ غلبہ ءاسلام اسی زمانہ میں اور اسی قوم کے ہاتھوں مقدر ہے۔

احمدیت نے اس زمانہ میں جب اسلام ہر کس و ناکس کے حملوں کا آماجگاہ بن رہا تھا۔ اور علماء سراسیمہ، ہراسان اور مایوس ہو رہے تھے نہ صرف تمام حملوں کا مکمل جواب دیا بلکہ تمام حملہ آوروں کے اپنے مذاہب کی غلطیاں منکشف کر کے انہیں ایسا ملزم کیا کہ ان کے چھکے چھڑا دیئے۔ اور اسلام پر حملہ کرنے کی بجائے انہیں اپنے مذہب کے بچانے اور قائم رکھ سکنے کے لالے پڑ گئے۔ احمدیت کے واقعہ سے زمانہ کی مذہبی رَو ہی بدل گئی اور اسلام جو صدیوں سے ایک نہایت ہی غیر مہذب اور خونخوار شکل میں دکھلایا جا رہا تھا۔ علم اور عقل کی دنیا میں محبوب اور معشوق بن گیا۔ اور احمدیت نے وہ جدید اور عجیب علم کلام پیدا کیا کہ اسلام کی تمام پیچیدہ گتھیوں اور ناہمواریوں سے صاف ہو کر اسی اصلی فطری اور ابتدائی شکل میں نظر آنے لگا جو خیر القرون قرنی میں تھا اور اس طرح پر اسلام کے دور جدید کی بنیاد ڈال دی۔

واقعات کی شہادت

(۱۷) ایسے زمانہ میں کہ خود اسلام کی ہستی ہی معرض خطر میں تھی۔ پنجاب کے ایک گمنام گوشہ میں ایک محض گمنام شخص کا باوجود غلامی اور بے سروسامانی کے اسلام کے غالب ہونے کا یقین لے کر اٹھنا اور تمام دشمنوں پر جو ہر طرح کی طاقت علوم و سامان سے لیس ہیں حملہ کرنا بجائے خود ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ اور اُس پر اس قدر بے نظیر کامیابی سے جس نے کہ مذہبی دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنا ہاتھ کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

مسلمانوں کو پھر مسلمان کرنا، کفر و شرک کے مرکزوں میں مسجدیں بنانا اور اللہ اکبر کی صداؤں کا گونجنا، ایک جماعت کا پیدا کرنا اور ان کے دلوں کو اپنے دل کے یقین کی لو سے بھر دینا اور خدمت اسلام کے شوق کی آگ سے مشتعل کرنا، نورالدین اعظم، محمد علی اور کمال الدین ایسے دیوانے پیدا کر دینا، دنیا کے کناروں تک مختلف زبانوں میں پیغام اسلام کا پہنچا دینا اور محض ایک اُمی اور اُمّیوں سے ہو کر قرآن علم و حکمت کے دریا بہا دینا اور ایک گمنام پنجابی ہو کر یورپ اور امریکہ کو علم و حکمت سکھلانا وغیرہ وغیرہ ہر ایک واقعہ بجائے خود مجبور کرتا ہے کہ میں احمدی بنوں، احمدیت میں زندہ رہوں اور احمدیت میں مروں۔

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامنِ دل مے کشد کہ جا اینجاست

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(فہرست۔مضامین)

مُستقبل

لورڈ شاہد عزیز

مغرب میں رہنے والے مسلمان عملی طور پر ثابت کر چکے ہیں اسلام کا اِسی میں ہے کہ حضرت مسیح موعود کی اسلام کی تفسیر و تعبیر کو عام کیا جائے۔ جس کی ایک مثال یہ ہے کہ کسی بھی مغربی ملک کی شہریت کی شہریت ملنے کا آخری قدم اپنی مقدس کتاب پر ہاتھ رکھ کر قسم اُٹھانا ہے کہ آپ اُس ملک کے وفادار ہوں گے اور اُس کی حکومت کے تمام احکامات کی تابعداری کریں گے۔ عوام ہوں یا علماء ہر ایک یہ قسم اُٹھاتا ہے کہ میں ایک عیسائی حکومت کا تابعدار ہوں اور اُن کے تمام احکامات کا پابند ہوں اور اُن پر عمل کروں گا۔

جب حضرت مسیح موعود نے کہا کہ اگر حکومت ہمارے مذہبی معاملات میں دخل نہیں دیتی تو اُس سے وفادار رہو اور اُس کے احکامات پر عمل کرو تو آپ کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیا گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اول تو غیر از احمدی احباب مسلمان ملکوں کو چھوڑ کر عیسائی ملکوں میں آتے ہی کیوں ہیں جہاں اُنہیں غیر مسلم حکومتوں کی تابعداری کرنی پڑے؟ اگر آ بھی جاتے ہیں تو شہریت کے لئے وہ یہ قسمیں کیوں اُٹھاتے ہیں؟ ذرا سوچیں تو سہی!!

صرف مسلمان ہی نہیں، غیر مسلم سیاسی لیڈروں کو بھی حضرت مسیح موعود کی تجویز کردہ اصلاحات کی اہمیت کا ادراک نہ ہوا۔ مثلا آپ نے وائسرائے کو ایک خط میں تجویز دی کہ مُنافرت پھیلانے والی تقاریر اور تحریر پر پابندی لگا دی جائے۔ سب سے پہلے برطانوی سرکار نے Public Order Act 1986 میں منافرت پھیلانے والی تقریر و تحریر پر پابندی لگائی۔ اِس کے بعد یہ پابندی سخت کر دی گئی۔

یہ تو صرف ایک مثال ہے۔ جب علماء تصویر کشی، آواز ریکارڈ کرنے، لاؤڈ سپیکر استعمال کرنے کو کفر قرار دے رہے تھے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لاہور سے خاص طور پر کیمرہ منگوایا اور اپنی اور اپنے احباب کی تصاویر کھینچوا کر اخبار میں شایع کروائیں۔ اِسی طرح براہین احمدیہ حصہ پنجم (روحانی خزائین، جلد ۲۱، صفہ نمبر ۳۶۵ سے ۳۶۷ پر بحث کرتے ہیں کِن حالات میں تصویر کشی جائز ہے، مثلا بیماری کی تشخیص کے لئے اور categorisation of species کے لئے وغیرہ اور ثابت کرتے ہیں کہ تصویر کشی جائز ہے۔ اِس اعتراض کے جواب میں حضرت مسیح موعود یہ بھی پوچھتے ہیں کہ اگر یہ حرام ہے تو پھر مولوی جیب میں سکے اور نوٹ کیوں رکھتے ہیں جن پر بادشاہ انگلستان کی تصویر ہے؟

آواز کی ریکارڈنگ پر ایک نظم لکھی جو اخبار الحکم میں ۲۴/ نومبر ۱۹۰۱ء کو چھپی

آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے

اور ایک فونوگراف قادیان منگوا کر یہ نظم ریکارڈ کروائی۔

حضرت مرزا غلام احمد وہ مجدد تھے اور اِسی لیے خدا تعالیٰ نے اُنہیں مسیح موعود اور مہدی کہا کہ ایک طرف آپ نے لامذہبی مغربی حکومتوں کے قوانین کی اصلاح کی اور دوسری طرف مسلمانوں کی۔ اسلام اور مُسلمانوں کی ترقی تب ہی ہو گی جب وہ یہ تسلیم کر لیں گے۔ جتنی جلد ہم یہ تسلیم کریں گے کہ عیسیٰ ابن مریم قرآن کے مطابق فوت ہو چکے ہیں۔ جس نے آنا تھا وہ آ گیا اور بہتر اِسی میں ہے کہ ہم اُسے تسلیم کر لیں تا کہ ہمارا مُستقبل ہمارے ماضی سے بہتر ہو۔

(فہرست)